بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آغاز

آجکل جمہوریت کا زمانہ ہے۔ کوئی بات خواہ کتنی ہی معقول اور درست ہو لیکن اگر بد قسمتی سے اُس کو ووٹوں کی اکثریت حاصل نہیں ہے تو غیر تو غیر اپنوں سے بھی اس کو منوانا آسان نہیں ہے اسی بنا پر پروپگینڈا اور رائے عامہ کو ہموار کرنے پر حکومتیں ہزاروں لاکھوں روپیہ خرچ کرتی ہیں اور اس کام کے لئے مستقل محکمے اور ان کے لئے بڑا اور وسیع عملہ رکھتی ہیں حکومتوں کے علاوہ ہر فرقہ اور ہر جماعت کو بھی یہی کرنا پڑتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کا سب سے زیادہ کامیاب ذریعہ پریس ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان کے مسلمان جہاں اور مختلف حیثیتوں سے پست ماندہ ہیں اس اعتبار سے بھی ان کی حالت بڑی زبون اور قابلِ رحم ہے چنانچہ اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ ان کے پاس پریس کی کوئی طاقت نہیں ہے۔ ان کے تھوڑے بہت جتنے اخبارات ہیں بھی وہ سب اردو میں ہیں اور ان کو دوسرے لوگ تو کیا پڑھیں گے خود انگریزی داں مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ نہیں پڑھتا اور چونکہ یہ لوگ صرف انگریزی کے اخبارات پڑھتے ہیں جن کو مسلمانوں کے معاملات و مسائل کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہے اس لئے خود ان لوگوں کو بھی علم نہیں ہوتا کہ ملک کی اس اہم اور بڑی اقلیت کو کن مشکلوں اور پیچیدگیوں سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے اور ان کا حل کیا ہے؟ انگریزی کے پریس کا مسلمانوں کے ساتھ کیا معاملہ ہے۔ اس کا اندازہ اس ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ پچھلے دنوں مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب نے مبارکپور اور بھوپال کا دورہ کر کے وہاں کی اصل صورتِ حال سے متعلق ایک نہایت معقول، سنجیدہ اور حقیقت افروز بیان اردو اخبارات میں شائع کیا اور اس بیان کا انگریزی میں ترجمہ کرا کے انگریزی کے متعدد نیشنلسٹ اخباروں کو بھیجا لیکن ان میں سے کسی ایک اخبار نے مولانا کے بیان کی ایک سطر بھی شائع نہیں کی۔ حالانکہ یہی اخبارات سکھوں، عیسائیوں، اچھوتوں،

مہاسبھا اور جن سنگھ کی خبریں اور ان جماعتوں کے لیڈروں کے بیانات آئے دن نمایاں طور پر شائع کرتے رہتے ہیں جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے یہ اخبارات عید بقرعید اور محرم کے موقع پر فوٹو چھاپ دیں گے تاکہ دنیا کو معلوم ہو کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد آباد ہے اور وہ سیکولر نظام حکومت کے ماتحت اپنے مذہبی تہوار اور رسومات امن و امان اور سکون و اطمینان سے ادا کرتے ہیں اس طرح ان کا مقصد جو اکثریت یا گورنمنٹ کے حق میں پروپگنڈہ کرنا ہی ہوتا ہے لیکن مسلمانوں کے معاملات کیا ہیں؟ تعلیم میں تجارت میں معاشی خوشحالی میں اور سماجی رفاہیت میں ان پر جو بیت ماندگی طاری ہے اس کا کیا علاج ہے؟ ان معاملات میں ان کی مشکلیں اور شکایات کیا ہیں؟ ان کے لیڈر کیا کہتے ہیں؟ خود ان کے احساسات کیا ہیں؟ ان چیزوں کی نسبت انگریزی اخبارات میں آپ ایک لفظ بھی نہیں دیکھیں گے. انتہا یہ ہے کہ مسلمانوں کا بڑے سے بڑا ایمننٹ لیڈر، صحافی، ادیب یا مصنف مرجاتا ہے اور اسکی خبر وفات تک یا تو سرے سے چھپتی ہی نہیں اور اگر کسی نامہ نگار کی رپورٹ پر چھپی بھی تو بہت معمولی اور سرسری طور پر۔

علاوہ ازیں ضرورت اس بات کی بھی ہے کہ اسلام کی تعلیمات اور اس کے کلچر اور تاریخ پر بھی وقتاً فوقتاً انگریزی میں مقالات و مضامین شائع ہوتے رہیں تاکہ جو لوگ واقعی کسی غلط فہمی یا معلومات کی کمی کے باعث اسلام اور مسلمانوں کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے ان کے خیال کی اصلاح ہو سکے اور ان کا رویہ بدلے، ظاہر ہے یہ سب کام صرف اردو پریس سے سرانجام نہیں پاسکتا ضرورت اور بہت سخت ضرورت ہے کہ مسلمانوں کے روزنامے انگریزی زبان میں بھی ہوں اور اس شان کے ہوں کہ حکومت کے ارکان اور اکثریت کے افراد بھی ان کا مطالعہ کریں اور اس طرح ملک کی رائے عامہ مسلمانوں کے حق میں ہموار ہو۔ ہونا تو یہ چاہیئے کہ ہر بڑے شہر مثلاً دلی، کلکتہ، بمبئی، مدراس اور حیدرآباد میں ایک روزنامہ شائع ہو لیکن اگر سر دست ایسا کرنا ممکن نہ ہو تو کم از کم دلی اور کلکتہ سے تو ایک ایک روزنامہ یا اسٹیسمین کی طرح ایک ہی اخبار دو اڈیشن شائع کرنے کا بندوبست کیا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت بہت کمزور اور زبوں ہے لیکن یہ جو کچھ ہے اکثریت کے اعتبار سے ہے ورنہ اللہ کے فضل و کرم سے ان میں اب بھی ایسے متمول افراد موجود ہیں کہ ان میں سے ہر شخص تنہا خود ایک روزنامہ نکال سکتا ہے۔ پھر اس میں تو صدقہ و خیرات کرنے کا بھی سوال نہیں ہے بلکہ اگر

اس کو جوش و گوش سے چلایا جائے اور اس کا انتظام تجربہ کار ہاتھوں میں ہو تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ وہ ایک مفید اور نفع بخش کاروبار ثابت نہ ہو۔ ترقی یافتہ ملکوں میں اخبار نکالنا خود ایک مستقل کاروباری شعبہ ہے اور لوگ اس سے ہزاروں لاکھوں روپیہ کما رہے ہیں۔ اگر شخصی طور پر اس کام کو انجام دینے کی صورت پیدا نہ ہو تو پھر یہ تو بہت ہی آسان ہے کہ ایک لمیٹڈ کمپنی قائم کی جائے اور وہ قوم کا ایک اہم ترین فریضہ ادا کرے۔

بعض حضرات کے سامنے جب اس ضرورت کا ذکر آتا ہے تو وہ جمعیۃ علمائے ہند کے ہفتہ وار اخبار مسیح اور اس کی بُری طرح ناکامی کا ذکر کرتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسیح کی ناکامی کے اسباب طبعی ہیں۔ اس میں اس بات کا دخل تو ہو سکتا ہے کہ وہ جمعیۃ علماء کا اخبار تھا اور اس لئے وہ کاروباری طور پر وہ سب طریقے اختیار نہیں کر سکتا تھا جو دوسرے اخبارات کرتے اور کر سکتے ہیں لیکن اس کی ناکامی میں اس بات کا دخل ہرگز نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کا ترجمان تھا۔ پھر اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ اُس کا انتظام اُن حضرات کے ہاتھ میں تھا جو انگریزی اخبار و اُن کے کاروباری معاملات و مسائل کا کچھ زیادہ تجربہ نہیں رکھتے تھے۔

کس قدر حسرت و افسوس کی بات ہے کہ آج ملک کو آزاد ہوئے بارہ برس ہو گئے اس مدت میں دوسرے فرقے کہاں سے کہاں پہنچ گئے لیکن مسلمانوں میں اب تک اپنی ملی تنظیم اور اس کے مقتضیات و لوازم کا اجتماعی شعور و احساس بھی پیدا نہیں ہوا ہے۔ ان میں متمول بھی ہیں اور پُر جوش و مخلص کارکن بھی جو اپنے اپنے ذوق کے مطابق مختلف شعبوں میں کام کر رہے ہیں لیکن ان کے سامنے کوئی ملی پلان (Community Project) نہیں ہے اور اسی بنا پر بہت سے ضروری کام جو کرنے کے ہیں ان کی طرف بالکل توجہ نہیں ہے اور جو کام ہو رہے ہیں ان میں ہم آہنگی اور یکسانیت نہیں ہے۔ ہر گروہ اپنی اپنی ڈفلی اور اپنا اپنا راگ لئے بیٹھا ہے اور دوسروں کے ساتھ اشتراک و تعاون کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ یہ اندازِ فکر اور عمل و کردار میں یہ تشتت اور ملی و قومی مسائل کے ہمہ جہتی احساس کا یہ فقدان ملک کے آئندہ نقشہ میں ان کے مستقبل کی طرف سے مایوسی کا سخت ناگوار اعلان ہے۔

آج ۱۵ اگست کو جب کہ پورا ملک آزادی کی بارہویں سالگرہ کا جشن منا رہا ہے ہم چاہتے ہیں کہ مسلمان چند لمحوں کے لئے سر بگریباں ہو کر سوچیں کہ وہ خود کہاں ہیں؟ انھوں نے اب تک اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کیا کیا ہے؟ اور انھیں کیا کرنا چاہیئے۔